

قربانی

مسلمان کو مسلمان بناتی ہے

خرم مرادؒ

قربانی اور اندرونی صلاحیتیں

قربانیاں ہماری جدوجہد کی کامیابی میں دو طریقوں سے اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری اندرونی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو مضبوط کر دیتی ہیں اور ہمارے کردار کی اُن صفات کو پروان چڑھاتی ہیں جو ہماری جدوجہد کے ہر مرحلے پر کامیابی کے لیے لازمی ہیں۔ دوسرا یہ کہ اجتماعیت میں نظم و ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہیں اور انھیں تقویت پہنچاتی ہیں، اور وسیع تر معاشرتی سطح پر جہاد برپا کرنے کی صلاحیتوں اور قوتوں سے بہرہ مند کرتی ہیں۔

قربانی کا ہر عمل آپ کے ایمان میں اضافہ کرتا ہے اور اس کو نشوونما دیتا ہے۔ یہ عمل آپ کے زبانی اعلان اور ذہنی ایقان کو ایک زندہ حقیقت میں بدل دیتا ہے۔ اللہ سے آپ کی محبت کی توثیق کرتا ہے اور اس میں اضافہ کا موجب بنتا ہے، کیوں کہ ہر قدم پر جب آپ اللہ کی محبت میں کوئی شے قربان کرتے ہیں، تو اللہ سے آپ کا اخلاص اور اُس پر آپ کا ایمان مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے، دیگر تمام وفاداریاں ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں، کیوں کہ انھیں آپ صرف اللہ سے وفاداری کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں قربانیاں آپ کو اللہ سے قریب تر کر دیتی ہیں۔ دونوں باتیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ عقیدہ جتنا مضبوط ہوگا قربانی دینے کی صلاحیت اور عزم اتنا ہی زیادہ ہوگا، اور جتنی بڑی قربانی دی جائے گی، عقیدہ اتنی ہی گہری جڑ پکڑتا جائے گا۔

تمام اخلاقی اوصاف کی افزائش کے لیے قربانیاں جزو لازم ہیں، بالخصوص قوت برداشت، استقامت، استقلال، تحمل و بردباری، عزمِ صمیم اور اولوالعزمی کی صفات میں اضافے کے لیے۔ ان تمام صفات کا خلاصہ ایک لفظ میں کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے: 'صبر'۔ ہر قربانی صبر کی صلاحیت کو تقویت پہنچاتی ہے، اس کے درجے میں اضافہ اور مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ اس کے عوض صبر قربانی کی صلاحیت میں اضافہ اور استقامت پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی دو طرفہ عمل ہے۔ اللہ کی طرف سے مدد و نصرت کے تمام وعدے، اس دُنیا میں فوز و کامرانی کی تمام یقین دہانیاں اور آخرت کے تمام انعامات و اکرامات، سب ایمان اور صبر کے اکتساب سے مشروط ہیں۔ (آل عمران ۳: ۱۵۵، ۱۳۹، الانفال ۸: ۴۶، الاعراف ۷: ۱۳۷، الزمر ۳۹: ۱۰)

قربانی اور اجتماعی نظم و ضبط

صبر بہت جامع وصف ہے۔ اس کے متعدد پہلوؤں میں سے ایک پہلو نظم و ضبط ہے۔ نظم و ضبط کا قربانی سے قریبی تعلق ہے۔ اصل میں دونوں کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ نظم و ضبط اپنے مکمل مفہوم میں، بشمول ذاتی نظم و ضبط، روحانی و اخلاقی نظم و ضبط، جماعتی نظم و ضبط اور سماجی نظم و ضبط، اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک آپ اپنی محبوب چیزوں کی قربانی دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ آپ اُس وقت تک اُن چیزوں کی قربانی بھی نہیں دے سکتے، جن کی آپ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت ہے جب تک آپ اپنے اندر نظم و ضبط نہ پیدا کر لیں۔ اندرونی نظم و ضبط۔ اگرچہ منظم اجتماعی زندگی بھی فرد کے اندر قربانی کی روح پھونکنے میں کم اہم کردار ادا نہیں کرتی۔ قربانی بھی اس طرح کی منظم اجتماعی زندگی کو تشکیل دینے اور اسے قائم رکھنے کے لیے اتنی ہی ضروری ہے۔ آئیے ہم ایک مختصر جائزہ لیں کہ کیوں ضروری ہے؟

واضح بات ہے کہ جب اللہ کی راہ پر آپ اکیلے چل رہے ہوں تو اُس کی رضا و خوشنودی کے حصول میں کامیاب ہونے کے لیے آپ کو عظیم سے عظیم تر قربانیاں دینے اور زیادہ سے زیادہ ضبط نفس اختیار کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ مگر جوں ہی آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ دوسروں کے ساتھ مل کر دُنیا کو اُس کے خالق کی اطاعت و فرماں برداری کے تحت لانے کی اجتماعی جدوجہد کریں گے تو آپ کو اور زیادہ قربانیاں دینے کی ضرورت پڑے گی۔ آپ کی منظم اجتماعی

جدوجہد ہی کوئی پایدار صورت اختیار کر سکتی ہے نہ آپ کے اندر اپنے مشن میں کامیابی کے لیے کوئی اُمگ پیدا ہو سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرصُوصٌ ۝ (الصف ۶۱: ۴) ”اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں“۔ کتنی حسین اور معنی خیز تمثیل ہے۔ مضبوط اور ٹھوس، مربوط اور پیوست، ناقابلِ تخریر اور ہر طرح کے شکاف اور دراڑ سے مبرا، یہ ہے وہ انداز جس سے مسلم اُمم مل جل کر اور باہم مربوط ہو کر اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتی ہے۔

اب دیکھیے دیوار کس طرح تعمیر کی جاتی ہے؟ بہت سی اینٹیں جوڑی جاتی ہیں تو دیوار بنتی ہے۔ ہر اینٹ اپنی منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اینٹیں ایک ٹھوس، مضبوط اور ناقابلِ تخریر دیوار بننے کے لیے ’صف بندی‘ کیسے کرتی ہیں؟ ایک اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ کھڑی کر کے اور ایک اینٹ دوسری اینٹ کے اوپر نصب کر کے آپ سمیٹ سے جوڑ دیتے ہیں اور دیوار اونچی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہر ہر مرحلے پر دیوار کی مضبوطی اور اونچائی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہر اینٹ دوسری اینٹ سے اُسی طرح مشابہت رکھتی ہے جس طرح کی مشابہت ایک انسان دوسرے انسان سے رکھتا ہے، باوجودے کہ ہر ایک کی اپنی اندرونی انفرادیت بھی ہوتی ہے۔ کسی اینٹ کو اپنی یہ انفرادیت قربان کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مضبوطی اور شان داری کی یہ خوبیاں یقیناً بہت سی انفرادیتوں کے اکٹھا ہو جانے سے حاصل ہوتی ہیں۔

لیکن اگر آپ ایک دیوار بنائیں اور ہر اینٹ اپنے طریقے پر چلنے پر اڑ جائے، اور اگر وہ اُس بوجھ کو سہارنے کے لیے تیار نہ ہو جو اوپر والی اینٹ سے اُس کو منتقل ہو گا یا جو سہارا اُسے اپنے نیچے والی اینٹ کو دینا ہے، اور اگر وہ اینٹ جسے کونے میں نصب ہونا ہے وہ اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اُس کی ایسی تراش خراش کی جائے جس سے وہ اپنے مقام پر درست انداز سے فٹ ہو جائے، تو کوئی مضبوط دیوار کبھی بھی تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ بہت سی اینٹوں کو زمین کے اندر بنیادوں میں نصب ہونا پڑتا ہے، عمارت بن جانے کے بعد وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتیں، حالانکہ پوری عمارت کا بوجھ انہی پر ہوتا ہے اور اُن کی اس قربانی کے بغیر عمارت زمین سے بھی اوپر نہیں اُٹھ سکتی۔ بہت سی اینٹوں کی تو پوری عمر صرف پڑنے سے ہمارے لیے دیوار بننا ہے۔

ہر اینٹ سے تھوڑی تھوڑی قربانی لیے بغیر ایک مضبوط دیوار کبھی وجود میں نہیں آسکتی۔

قربانی کیا ہے؟

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ قربانی کیا ہے؟ ہم کیا قربان کریں؟ کون سی قربانیاں دینا زیادہ دُشوار ہے؟ کن قربانیوں کو عظیم قربانی کہا جاسکتا ہے؟

● دو اقسام: قربانی، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سادہ الفاظ میں اُن اشیاء سے دست بردار ہو جانے کا نام ہے جو ہمیں محبوب ہیں، ہماری پسندیدہ ہیں اور جن کی ہماری نظروں میں کچھ قدر و قیمت ہے۔ جو فی الوقت ہماری ملکیت میں ہیں یا مستقبل میں ہم جنہیں حاصل کر لینے کی تمنا اور آرزو رکھتے ہیں۔ یہ اشیاء قابلِ محسوس یا مادی اشیاء بھی ہو سکتی ہیں اور ناقابلِ محسوس یا مجرد اشیاء بھی۔ مادی اشیاء میں سے اہم چیزیں وقت، دولت، دُنیاوی مال و متاع، جسمانی صلاحیتیں اور زندگی ہیں۔ مجرد اشیاء میں سے اہم چیزوں میں ہمارے پیار محبت کے رشتے ناتے بالخصوص خاندانی تعلقات، ذاتی پسند و ناپسند، ترجیحات و تعصبات، خیالات اور نقطہ نظر، آرزوئیں اور تمنائیں، آرام و راحت، عہدہ و منصب یا محض ہماری انا اور خود پسندی۔

یہاں مجھے تین بنیادی اُصول پیش کرنے کی اجازت دیجیے جو میری نظر میں قربانی کے مکمل مفہوم سے آگاہ ہونے کے لیے سمجھنا ضروری ہیں:

اَوّل: کسی چیز سے دست بردار ہو جانا صرف اُسی صورت میں قربانی کہلائے گا جب وہ چیز ہمیں محبوب ہو اور ہمارے نزدیک اُس کی کوئی قدر و قیمت ہو۔ اس لحاظ سے مادی اور مجرد اشیاء کے مابین کوئی خط امتیاز کھینچنا دُشوار ہے۔ حتمی تجزیہ یہ ہوگا کہ ہر قربانی ہماری محبت اور ہماری قابلِ قدر چیزوں کی قربانی ہے۔ جب ہم اپنی دولت، اپنی زندگی یا اپنے خاندانی تعلقات سے اللہ کی خاطر دست بردار ہوتے ہیں، تو درحقیقت ہم جس چیز سے دست بردار ہو رہے ہوتے ہیں، اور جو کیفیت اُسے قربانی کی شکل دیتی ہے، وہ خود مال، زندگی یا رشتوں ناتوں سے دست برداری نہیں بلکہ مال کی محبت، زندگی کی محبت یا عزیزوں اور رشتہ داروں کی محبت سے دست برداری ہے۔

دوم: مادی چیزوں کے بجائے مجرد اشیاء کی قربانی دینا زیادہ دُشوار اور زیادہ ضروری ہے۔

سوم: ہم اپنی محبت سے دست بردار ہو سکتے ہیں۔

ہیں جو ہمیں ان سے زیادہ محبوب ہوں اور جن کی ہماری نظر میں ان سے زیادہ قدر و قیمت ہو۔

ماذی قربانیاں

یہاں ہمیں ماذی اشیا کی قربانی پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ایسی قربانیوں سے خوب واقف ہیں، ان کا اچھی طرح سے ادراک رکھتے ہیں اور ان کی ضرورت اور اہمیت کو تسلیم بھی کرتے ہیں، اُس صورت میں بھی کہ جب کئی مواقع پر ہم خود اس قسم کی قربانیاں دینے کے قابل نہ ہوں یا اس قسم کی قربانیاں دینے میں دُشواری محسوس کر رہے ہوں۔ لیکن اگر ہم نے اپنے آپ کو کسی نصب العین کے حصول کے لیے وقف کر دیا تو وقت یا موقع آنے پر ہمیں ان میں سے ہر شے کی قربانی دینی ہوگی۔ لہذا ہم یہاں رُک کر ان کی کچھ اہم خصوصیات ملاحظہ کرتے ہیں۔

وقت

وقت ہماری سب سے قیمتی متاع ہے۔ ہماری زندگی کی کوئی ضرورت اور کوئی خواہش اُس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم اُس کے حصول کے لیے وقت نہ نکالیں اور باقاعدہ وقت نہ دیں۔ ہم اپنا وقت مسرت کی تلاش میں صرف کر سکتے ہیں، دُنیاوی مال و متاع اور دولت کمانے میں صرف کر سکتے ہیں، کام میں صرف کر سکتے ہیں، لطف اندوزی میں صرف کر سکتے ہیں یا محض وقت گزاری میں بھی — کچھ نہ کرتے ہوئے۔

وقت وہ اولین شے ہے جو اللہ ہم سے طلب کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ نماز ادا کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ دعوت کا کام کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے، اور بیمار کی عیادت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ اللہ سے اپنا عہد پورا کرنے کے لیے ہمیں ہر لمحہ اُس کی رضا کے حصول میں صرف کرنا ہوگا۔ لیکن اگر آپ مزید گہرائی میں جا کر غور کریں تو آپ تسلیم کریں گے کہ جو چیز آپ فی الواقع قربان کر رہے ہیں وہ وقت نہیں ہے۔ وہ اشیا ہیں جن کی جستجو میں آپ کا وقت صرف ہوتا ہے، ایسی اشیا جو آپ کی زندگی کے نصب العین سے متصادم ہو سکتی ہیں، بے معنی، غیر اہم، یا اللہ کے کام کے مقابلے میں کم اہم۔ لہذا اسلام کے لیے وقت نکالنے سے قبل، کوئی اور کام کرنے سے پہلے، آپ کو

آپ اپنے آپ کو ان چیزوں کی قربانی دینے، اور اپنا وقت اللہ کے لیے مخصوص کر دینے پر

کس طرح آمادہ کر سکتے ہیں؟

یاد رکھیے کہ وقت ایسی چیز ہے جسے آپ ایک لمحے کے لیے بھی تھام کر نہیں رکھ سکتے۔ یہ مسلسل آپ کے ہاتھ سے نکلتا اور پھسلتا ہی رہے گا، خواہ آپ اسے کسی کام میں بھی صرف کرنا چاہیں۔ وقت سے ملنے والا فائدہ بس وہی کچھ ہے جو آپ اُس وقت میں حاصل کر لیتے ہیں۔ ورنہ وقت تو برف کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے گا، البتہ جو چیز آپ حاصل کریں گے وہ رہ جائے گی۔

ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیے کہ وقت کا ہر لمحہ یا تو ابدی سکون و راحت میں بدل سکتا ہے یا کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب میں۔ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ وقت کو کیسے صرف کرتے ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین رکھنے کے نتیجے میں آپ زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ وقت کی قربانی دے سکیں گے۔ وہ لمحے جنہیں آج آپ اپنی گرفت میں نہیں رکھ سکتے، کل آپ کے لیے نفع بخش ثابت ہوں گے، وہ کبھی ضائع نہیں جائیں گے۔ آخر آپ ان چیزوں کے حصول کی قربانی کیوں نہ دیں جو کل آپ کو کبھی نہ ختم ہونے والی پریشانی یا پچھتاوے کی صورت میں واپس ملیں گی؟

پس جب وقت گزر رہی رہا ہے تو ذرا گہرے غور و خوض سے حساب لگائیے کہ آپ کیا حاصل کر رہے ہیں؟ کوئی ناپائیدار شے یا کوئی ابدی چیز؟ آگے چل کر یہ کوئی پچھتاوا بنے گا یا خوشی؟ آپ کے وقت میں سے اسلام کو کون سی ترجیح ملی ہوئی ہے؟ اپنے وقت کا کتنا حصہ آپ نے اللہ کے لیے مخصوص کیا ہے؟ وَلْتَنْتَرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر ۵۹: ۱۸) ”ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے؟“

اللہ کے لیے اپنے وقت کی قربانی دینا اسلام کی روح ہے۔ جب بھی پکارا جائے آپ کو لازماً لبیک کہنا ہے۔ یوں اللہ کی راہ میں اپنے وقت کی قربانی دے کر آپ اپنے آپ کو ہر چیز کی قربانی دینے کے لیے تیار کر لیں گے۔ دن میں پانچ مرتبہ آپ کے اندر یہ صفت راسخ کی جاتی ہے۔ جمعہ کے دن کے لیے آپ کو ہدایت ہے کہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الجمعة ۹: ۶۲) ”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اللہ کی طرف سے اللہ کی یاد دہانی کی جائے تو فوراً اس کی طرف دوڑنا اور بیع چھوڑنا۔ یہ تم کو تمہاری بات سے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

کے ذکر کی طرف دوڑا اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔“

دولت اور متاعِ دنیوی

آپ کا زیادہ وقت دولت کمانے یا دولت کے ذریعے سے متاعِ دنیوی حاصل کرنے میں گزرتا ہے۔ اُن کی طلب اور اُن کی محبت ہماری فطرت میں رچی بسی ہوئی ہے۔ زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط (ال عمران ۱۴:۳) ”لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس: عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔“ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ متاعِ دُنیا سے رغبت و محبت کوئی مذموم بات ہے، نہ غلط بات ہے، نہ بدی۔ یہ دُنیا برائیوں کی پوٹ نہیں، اس طرح کی باتیں قرآن کی تعلیمات میں نہیں ملتیں۔ قرآن میں مال و دولت کو گھنیا اور حقیر چیز نہیں قرار دیا گیا ہے ’خیر‘ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اور یہ بالکل معقول بات ہے، کیوں کہ اللہ کی راہ اور اُخروی نعمتوں کا راستہ اسی دُنیا سے گزرتا ہے۔ اگر ہم اس دُنیا کو اپنے اوپر حرام کر لیں تو کوئی چیز ایسی نہیں بچتی جس کی مدد سے ہم آخرت کے انمول خزانے حاصل کر سکیں۔ چنانچہ یقینی طور پر یہی دُنیا وہ واحد وسیلہ ہے جس کی بنا پر ہم اللہ کی رضا اور اگلی دُنیا کی مسرتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

جو چیز اس دُنیا کو برائی اور شر بناتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس بات کو فراموش کر دیں کہ یہ سب کچھ ہماری صوابدید پر صرف اسی دُنیا کی زندگی کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ اُس حقیقی اور ابدی نصب العین کے حصول کا ایک وسیلہ ہے، جو اِس دُنیا و مافیہا سے بہتر چیز ہے۔ جب ذریعہ منزل بن جائے تو وہ ہمیں حقیقی قدر و قیمت والی چیز سے بھٹکا کر مصائب و آلام میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اوپر جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آگے چل کر کہتی ہے:

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَوْفَيْتُكُمْ بِحَيْثُ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط (ال عمران ۱۴:۳)

۱۴:۳- ”وہ لوگوں کو جو اللہ سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے جہنم میں جاری نہالیں بہنے لگیں گی جن کے نیچے سے نہالیں بہتی رہیں گی اور وہاں مطہرہ زوجات اور اللہ کی رضا ہوگی۔“

ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے اچھی کیا چیز ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔

دُنیاوی مال و متاع کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جب حقیقی فیصلے کا وقت آتا ہے تو اچھے اچھے ڈانواؤں اور ناکام ہو جاتے ہیں۔ چند چیزیں یاد رکھنے کی ہیں جو یہ دشوار قربانیاں دینے میں آپ کی مدد کریں گی:

اول: کوئی چیز آپ کی اپنی ملکیت نہیں، ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ جب آپ اللہ کی راہ میں کوئی چیز قربان کرتے ہیں تو آپ وہ چیز اُس کے اصل مالک کو محض لوٹا رہے ہوتے ہیں۔
دوم: آپ کے دُنیاوی مال و متاع کی خواہ کتنی ہی قدر و قیمت کیوں نہ ہو، آپ کے آخری سانس کے ساتھ ہی آپ کے لیے اُس کی قیمت صفر ہو جائے گی:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ط (النحل ۹۶:۱۶)، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاَخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيْحُ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج (الكهف ۴۵:۱۸-۴۶)، اور اے نبی، انھیں حیاتِ دُنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو زمین کی پود خوب گھنی ہو گئی، اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دُنوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔

سوم: صرف اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ہی آپ اس کا کئی گنا زیادہ واپس حاصل کر سکتے ہیں:
وَاقْرَظُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تَقْدِمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ زَرًّا ۝ اَلَّذِيْنَ اَقْرَضَ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط (البقرہ ۲۷۵:۲۷۴)، جو کچھ آپ اللہ کو اچھا قرض دیتے

رہو۔ جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ۖ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ ۲: ۲۶۱)، جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں، اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے: اسلام سے آپ کی وابستگی کے دعوے کی کیا حیثیت رہے گا اگر آپ اپنے نصب العین کے بجائے فضول قسم کی لطف اندوزی، مثلاً تمباکو نوشی اور بن پر زیادہ رقم خرچ کریں۔ اللہ کے وعدے پر آپ کے ایمان کی کیا حیثیت ہوگی اگر اس دُنیا، اصولِ منفعت کی ہلکی سی اُمید پر بھی آپ اپنی ساری بچت کی سرمایہ کاری کر گزریں، مگر کم از کم سات سو گنا نفع کا وعدہ، جو کبھی واپس نہیں لیا جائے گا، آپ کو اپنے بٹوے کا منہ کھولنے پر مجبور نہ کرے۔ آپ حساب لگا سکتے ہیں کہ اپنی دولت کا جتنا حصہ آپ اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُس کی روشنی میں اسلام کو آپ کی زندگی میں کیا مقام حاصل ہے۔

دولت کی قربانی دینا کبھی بھی آسان کام نہیں رہا۔ مگر ہمارا زمانہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں بہتر معیارِ زندگی، عیش و عشرت پسندی، اسراف، اور مادیت پرستی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گئے ہیں۔ لہذا آپ کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں اس معاملے میں آپ کو ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

زندگی

ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ کی راہ میں آپ کو اپنی جان قربان کر دینے کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔ اپنی جان کی قربانی پیش کر دینا شہادت دینے کا بلند ترین عمل ہے، ایسی صورت میں آپ شہید کہے جانے کے حق دار قرار پاتے ہیں۔ زندگی آپ کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ اس کی قربانی دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو عطا کرتی

ہے یا عطا کر سکتی ہے، وہ تمام مادی اور غیر مادی چیزیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

جوں ہی آپ کو اس حقیقت کا احساس ہوگا کہ اپنی زندگی کے مالک آپ نہیں ہیں بلکہ اللہ ہے تو آپ یقیناً اُس کی راہ میں اپنی زندگی نثار کر دینے پر آمادہ و تیار ہو جائیں گے۔ آپ اُس کی امانت اُس کے حضور پیش کر دیں گے۔ یہ بات بھی آپ کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ موت سے آپ کو مفر نہیں ہے، وہ اپنے مقررہ وقت پر، مقررہ جگہ پر اور مقررہ طریقے سے آکر رہے گی۔ (ال عمران ۳: ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۸۳-۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جان دیتے ہیں وہ اپنے لیے، اپنی قوم کے لیے اور اپنے نصب العین کے لیے حیاتِ ابدی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ عمل اُن کی موت کو افضل و اشرف موت بنا دیتا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ ۱۵۴:۲) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، اُنھیں مُردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمھیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔“

حُبِ دُنیا نہ ہو، خوفِ مرگ نہ ہو، تب ہی آپ کو وہ استقامت حاصل ہوگی جو زندگیِ قربان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مخالف قوتوں پر آپ صرف اُسی صورت میں غلبہ حاصل کر سکتے ہیں جب جان دینے پر آمادہ ہوں۔ کامیابی کا دروازہ بس اسی طرح کھلے گا۔ مگر آپ زندگی پالیتے ہیں، اپنے لیے بھی اور اپنی قوم کے لیے بھی۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ جب تک آپ جان دینے کے لیے تیار نہ ہوں تب تک آپ زندہ رہنے کے حق سے محروم رہیں گے، بالخصوص بحیثیتِ قوم۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے پکارا جائے گا، مگر آرزوئے شہادت کی آگ ہر دل میں بھڑکنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جو اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرے یا اس کی آرزو بھی نہ رکھے وہ منافق کی موت مرے گا“ (مسلم)۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: ”اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے یہ محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، اور پھر زندہ کیا جاؤں، اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جاؤں“ (بخاری، مسلم)۔ (جاری)